مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی
رفیقِ اعزازی۔ الحق

اسلام کا تصوّرِ نبوت

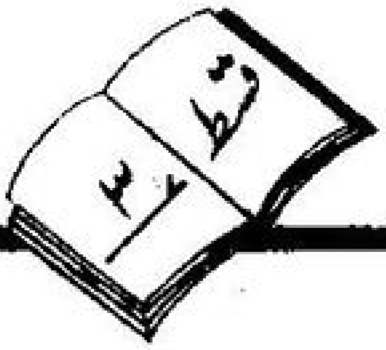

یہ روحانی اطباء جن کو شریعتِ اسلامیہ کی اصطلاح میں نبی یا رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے، الہامِ ربانی سے فیض پاکر روحانیت کے لئے نئے نئے اصول وضع کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اُن کے مقدس ہاتھ اُن کی مبارک کوششیں ہمارے لئے غلہ پیدا کرنے، بڑی بڑی ملیں (MILLS) بنانے، انجینئرنگ کے اسکول کھولنے اور زراعت اور صنعت وحرفت کے فنون سے آشنا کرنے نہیں آتے، بلکہ وہ اس سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ کام کیلئے آتے ہیں۔ ان کی مبارک انگلیاں اعمال و افعال اور حرکات وسکنات پر نہیں پڑتیں۔ بلکہ انسانیت کے قلوب کے تاروں پر پڑتی ہیں۔ جن سے یہ افعال واعمال کے نغمے پھوٹتے ہیں۔ اُن کی توجہ کا مرکز اعمال نہیں بلکہ قلوب ہوتے ہیں جن کو وہ سارے اعمال کا منبع (SOURCE) اور اس عالم وجود کا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ وہ چونکہ مصلح بھی ہوتے ہیں اس لئے اُن کی حکیمانہ نظریں اصلاح معاشرہ سے قبل افراد کے قلوب کی اصلاح پر پڑتی ہیں جن سے معاشرہ کی ترتیب وترکیب ہوتی ہے۔ وہ پہلے انفرادی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پھر اُن باصفا قلوب پر مشتمل افراد سے جو معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ وہ دیکھنے میں تو انسانی معاشرہ ہوتا ہے، لیکن اپنی معنویت کے لحاظ سے ملائکہ سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی اُن کے خدام کی حیثیت سے ان کی امداد کیلئے فرشِ زمین پر اُترتے ہیں۔ وہ تمام متفرق اور مختلف انسانی طبقوں کو باہم جوڑ کر ایک عام انسانی تمدنی سطح پر لاتا ہے۔ وہ ایک روحانی برادری پیدا کرکے آدم کے اُن بیٹوں کے جن کو دولت وغربت، سوسائٹی اور مجلس، تمدن اور معاشرت، سیاست اور جغرافیہ اور قوم اور وطن کی تقسیم نے پارہ پارہ کر رکھا ہوتا ہے، سب مصنوعی امتیازات مٹاکر باہم تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔ اور اس پوری روئے زمین کو ایک ملک، تمام اقوامِ عالم کو اولادِ آدم اور بلاتفریق تمام انسانی طبقوں کو ایک طبقہ قرار دیتا ہے۔ وہ اُن کے قلوب سے بغض وکینہ کی ظلمت کو نکال کر محبت وآشتی کا نور

بھر دیتا ہے جس سے اُن کے دلوں سے خود بخود المؤمنون اخوۃ - کی آواز نکلتی ہے۔ وہ انسانیت کے ارادہ و احساس، اعمال و افعال اور حرکات و سکنات کی باگ ڈور اُن کے قلوب کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصلاح شدہ دل جب عالم وجود کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ تو پھر انسان وہی کچھ کرتا ہے۔ جو اللہ رب العزت کہتا ہے، وہی کچھ سنتا ہے۔ جو حق تعالیٰ اس کو سناتا ہے وہی کچھ دیکھتا ہے۔ جو حق تعالیٰ اُس کو دکھاتا ہے۔ ساری دنیا کی حقیقت ایک پرکاہ کے برابر اس کی نگاہ میں ہو جاتی ہے۔ وہ ہر بات میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھ کر رضوا عنہ کی عملی تصویر پیش کرتا ہے۔

یہ درست ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو براہ راست ہمارے جسم اور جسمانیات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ صرف قلب کی اصلاح کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ لیکن یہ بات بالکل ناممکن اور محال ہے کہ ایک پاکیزہ اور اصلاح شدہ دل ایک ناپاک اور خراب جسم میں رہے۔ لہٰذا قلب کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جسم و جسمانیات کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے کیونکہ قلب سارے جسم کا حکمران ہے۔ حکمران کی اصلاح سارے ملک اور ساری حکومت کی اصلاح ہے۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

اِنَّ فِي الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله أَلا وهي القلب۔ (بخاری جلد اول ص)

یعنی جسم انسانی میں ایک ایسا لوتھڑا ہے جب اس کی اصلاح ہوگئی تو سارا جسم اصلاح پذیر ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اُس میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ تو اُس کی وجہ سے سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ صحابہؓ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ وہ لوتھڑا "قلب" ہے۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

" اور یہ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت مقدسہ میں داخل ہے کہ وہ تہذیب نفس اور ملت کی سیاست کے سوا دوسرے امور میں مشغول نہ ہوں۔ مثلاً وہ ان امور سے کوئی تعرض نہیں کرتے کہ عالم جو فضا میں جو حوادث واقع ہوتے ہیں۔ اُن کے اسباب کیا ہیں۔؟ جیسے بارش سورج گرہن، ہالہ، ژالہ باری، نباتات و حیوانات کے عجائبات، شمس و قمر کی رفتار اور روزانہ کے حوادث و واقعات کے اسباب و وجوہات وغیرہ۔ اور وہ ملوک و سلاطین اور حکومتوں اور مملکتوں کے قصوں اور حالات وغیرہ سے بھی کوئی تعرض نہیں کرتے۔ اگر ان امور کا کبھی ذکر بھی فرماتے ہیں۔ تو صرف اس قدر جن سے اُن کے کان پہلے ہی آشنا ہوتے

ہیں۔ اور ان کی عقلیں ان سے مانوس ہوتی ہیں۔ اور وہ بھی بطور تذکیر بآلاء اللہ اور تذکیر بایام اللہ یعنی خدا کی نعمتوں کی یاد دہانی اور تاریخی واقعات سے نصیحت و عبرت حاصل کرنے کی غرض سے۔ اور پھر وہ بھی محض استطراداً اور ضمناً اور اجمالی طور پر کہ جس کا کچھ مضائقہ بھی نہیں اور پھر وہ استعارات اور مجازات کی شکل میں۔ چنانچہ اسی وجہ سے جب سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لوگوں نے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے اسباب کی بابت سوال کیا تو حق تعالیٰ نے ان کے اس سوال سے اعراض فرماتے ہوئے جواب میں مہینوں کے فوائد بیان فرما دیے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے نئے چاندوں کے بارہ میں دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے لئے حج کے لئے آلۂ شناخت اوقات ہیں[1]"

نبی اور رسول میں فرق

نبوت کے اور پہلوؤں پر بحث کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "نبی" اور "رسول" کے درمیان فرق کو واضح کر دیا جائے۔ اس سے ایک تو آئندہ صفحات کی بحث زیادہ اچھے طریقہ سے ذہن نشین ہوگی اور دوسرے کئی ایک شکوک حل ہو جائیں گے۔ جو "نبی" اور "رسول" کی بحث میں اکثر پیش آتے ہیں۔

دنیائے اسلام کے مشہور محقق علامہ ابن تیمیہؒ نے "نبی" اور "رسول" کے درمیان فرق کو اپنی کتاب "النبوات" میں وضاحت سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ ہم اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے صرف امور غیبیہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا ہو، ان کو پند و نصائح کرتا ہو اور حق تعالیٰ کی جانب سے اس کو "وحی" ہوتی ہو وہ "نبی" کہلاتا ہے۔ لیکن ان اوصاف کے ساتھ ساتھ اگر وہ کفار اور نافرمان قوم کی تبلیغ پر بھی مامور ہو تو وہ "رسول" ہوگا۔[2]"

ایسا ہی ملا علی قاریؒ نے "تحفۃ الاعالی" صـ ۳۴ میں لکھا ہے۔

کچھ حضرات نے لکھا ہے کہ "نبی" وہ ہوتا ہے۔ جو شریعت جدیدہ نہ لے کر آئے اور "رسول" وہ ہوتا ہے جو شریعت جدیدہ لے کر آئے۔ لیکن ان سب تعریفوں پر کئی اشکال وارد ہوتے ہیں۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے "نبی" اور "رسول" کی ایک ایسی جامع اور مانع تعریف کر دی جس سے سب اشکالات حل ہو گئے، آپ فرماتے ہیں:

"رسول اور نبی کی تعریف میں اقوال متعدد ہیں۔ تتبع آیات مختلفہ سے جو بات احقر کے نزدیک

---

[1] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ، مبحث ۶ باب ۲ [2] ابن تیمیہؒ: النبوات صـ ۱۶۲-۱۶۳

محقق ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں عموم و خصوص من وجہ ہے۔ "رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچا دے خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے جدید ہو جیسے توراۃ وغیرہ یا صرف مرسل الیہم کے اعتبار سے جدید ہو جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی شریعت وہی شریعت ابراہیمیہ تھی لیکن قوم جرہم کو اس کا علم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی سے ہوا۔ اور خواہ وہ رسول نبی ہو یا نبی نہ ہو۔ جیسے ملائکہ کہ اُن پر رسول کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اور وہ انبیاء نہیں ہیں یا جیسے انبیاء کے فرستادے اصحاب جیسے سورہ یٰسین میں ہے۔ "اِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ" اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی جیسے اکثر انبیائے بنی اسرائیل کہ شریعت موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ پس من وجہ وہ عام اور من وجہ یہ عام ہے۔ پس جن آیتوں میں دونوں مجتمع ہیں۔ اُس میں تو کوئی اشکال نہیں کہ عام و خاص کا جمع ہونا صحیح ہے۔ اور جس موقع پر دونوں میں تقابل ہوا ہے۔ جیسے مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ الخ چونکہ عام و خاص متقابل ہوتے نہیں اس لئے وہاں نبی کو عام نہ لیں گے۔ بلکہ خاص کر لیں گے مبلغ شریعت سابقہ کے ساتھ۔ پس معنی یہ ہوں گے۔ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ صاحب شرع جدید ولا صاحب شرع غیر جدید۔ الخ لیکن چونکہ اب متبادر لفظ رسول سے صاحب نبوۃ ہوتا ہے۔ اس لئے غیر نبی پر اطلاق اس کا بوجہ ایہام کے درست نہیں"[1]

نبی چونکہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم الشان اور بڑے فائدے والی خبریں دیتا ہے۔ لہٰذا وہ نبی ہے اور وہ خبریں اپنی طرف سے تو دے ہی نہیں رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی ہوئی خبریں دیتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں وہ پیغام در اصل اللہ جل شانہٗ کا ہوتا ہے اور نبی اُس پیغام کو دنیا میں لاتا اور اُس کی نشر و اشاعت کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اس لحاظ سے رسول بھی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم میں مختلف انبیاءؑ کو کبھی لفظ "رسول" سے پکارا گیا ہے۔ جیسے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ[2] کبھی لفظ "نبی" سے جیسے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا[3] اور کبھی لفظ رسول اور نبی دونوں سے پکارا گیا ہے۔ جیسے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا[4] گویا دوسرے لفظوں میں رسول اور نبی کا صحیح مقام سمجھنے کے لئے خود نبی اور رسول کے الفاظ سے زیادہ صحیح لفظ اور کوئی نہیں۔ ان الفاظ سے محبت و عظمت کے وہ تمام تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں جو ایک کامل سے کامل انسان کیلئے فطرت انسانی میں موجزن ہوتے ہیں۔ اور عبد و معبود کی وہ ساری حدود بھی محفوظ رہتی ہیں۔ جو کفر و ایمان کے درمیان خط فاصل ہو سکتی ہیں۔ —— (باقی آئندہ)

---

[1] اشرف علی تھانوی: بیان القرآن جلد ۷ صفحہ ۱۱ [2] القرآن: الفتح [3] القرآن: مریم [4] القرآن: مریم